مکاتیب

(۱) مولانا عبدالباری فرنگی محلی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

از عبید اللہ عفا عنہ

بگرامی خدمت مخدومی مولانا عبدالباری مدظلہٗ

بعد از سلام مسنون آں کہ آپ کی جماعت نے تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض ادا کیا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

امید ہے کہ آپ اپنی دعوت صالحہ میں ہمیں بھی شریک رکھیں گے۔ انی احبکم فی اللہ

والسّلام

دارالعلوم دیوبند۔ ۲۰ صفر ۲۹ جنوری[1]

(۲) مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم:

دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند کی تحریک کے خلاف ارباب اہتمام نے جو رکاوٹیں پیدا کی تھیں اس میں حضرت کے خلاف کچھ کہنے یا تحریک کی مخالفت کے بجائے مولانا عبید اللہ سندھی سیکرٹری جمعیۃ الانصار کی ذاتِ گرامی کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور اس کے لیے مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کو استعمال کیا گیا تھا۔ حضرت کشمیری کو بعد میں احساس ہوگیا تھا کہ انھیں اس معاملے میں محض استعمال کیا گیا ہے۔ انھوں نے مولانا سندھی سے ان کے قیامِ حجاز کے زمانے میں معذرت کرلی تھی۔ یہ حضرت کی للّٰہیت اور اخلاص کے لیے بہت بڑا ثبوت ہے۔

حضرت شیخ الہند نے جب دیکھا کہ حالات ایسے پیدا کردیے گئے ہیں جن میں تحریک کو جاری رکھنا مفید نہیں ہوسکتا تو انھوں نے مولانا سندھی سے استعفاد لوادیا اور ان کے کام کا مرکز دہلی منتقل کردیا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کرادیا۔ جس کے سرپرستوں میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان اور علی گڑھ کالج کے سیکرٹری نواب وقار الملک برابر کے درجے میں شریک تھے۔

مولانا سندھی مرحوم کے اس استعفیٰ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ تقریباً وسط مئی ۱۹۱۳ء تک دیوبند میں مقیم تھے۔

---

[1] اس خط پر سنہ تحریر نہیں لیکن ۱۳۳۱ھ میں ۲۰ صفر ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء کے مطابق تھی۔ اس وقت مکتوب نگار مولانا سندھی دیوبند میں مقیم تھے۔ (ا-س-ش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد !

بخدمت شریف مولانا امیر جمعیۃ الانصار دامت برکاتہم ۔

بعد سلام مسنون ، معروض آں کہ جلسۂ انتظامیہ کے تمام ممبر جہاں تک مجھے معلوم ہوا، میری نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے ۔ اگر جامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جاوے اور میں اپنی براءت ثابت کرلوں، تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے ۔

لہٰذا جمعیۃ الانصار کی خدمت سے استعفاء پیش کرتا ہوں ۔ اس کے بعد مجھے جمعیۃ الانصار کے کسی شعبے سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور اپنے معاملات کا ذاتی حیثیت سے ذمہ دار ہوں گا ۔

جناب والا جس قدر جلد ممکن ہو منظور فرما کر اعلان کی اجازت مرحمت فرماویں گے ۔ تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہوسکے ۔

والسّلام

عبید اللہ عفی عنہ ۔ دیوبند

۴ جمادی الثانیہ (سنہ ۱۳۳۱ھ) ۱۱ مئی (سنہ ۱۹۱۳ء)[۱]

③ شیخ عبدالرحیم سندھی :

۹ رمضان یوم دوشنبہ[۲]

کابل

سلام مسنون

آپ ضرور یہ امانت مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا کی خدمت میں کسی معتمد حاجی کی معرفت پہنچا دیں ۔ یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لیے مستقل سفر کرنا نقصان نہیں ۔ اگر آدمی معتمد ہو تو زبانی یہ بھی کہہ دیں کہ حضرت مولانا یہاں آنے کی بالکل کوشش نہ کریں اور مولوی اگر اس حج پر نہ آسکیں تو خیال فرمالیں کہ اس کا آنا ممکن نہیں ۔

آپ اس کے بعد خود میرے پاس آنے کی کوشش کریں ۔ کیوں کہ یہاں بہت سے ضروری کام ہیں ۔ ضرور آئیے[۳]

---

۱ تاریخ کے ساتھ سنہ درج نہیں تھا لیکن سنہ ۱۳۳۱ھ میں ۴ جمادی الثانیہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کے مطابق تھی (ا س ش)

۲ ۹ رمضان مطابق ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء ۳ یہ بات مکتوب الیہ کے لیے لکھی گئی ہے (ا س ش)

اگر خدانخواستہ آپ کو معتمد حاجی نہ مل سکے اور آپ خود بھی نہ جاسکیں تو مولوی حمداللہ ساکن پانی پت سے اس معاملے میں مدد لیں۔ یہ ضروری ہے کہ اس حج کے موقع پر یہ اطلاعات حضرت مولانا کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں سے جو اطلاع ملے وہ براہ راست نہ ہو سکے تو مولوی احمد لاہوری کی معرفت ہمیں ضرور ملنی چاہیے۔

عبیداللہ

⑵ شیخ الہند مولانا محمود حسن:

شیخ عبدالرحیم مرحوم کے نام خط میں مولانا سندھی نے جس خط کو مولانا محمود حسن کو پہنچانے کی تاکید کی ہے، وہ ہے جس میں کابل میں ہندوستانی مشن کی آمد، اُس کے مقصد، ہندوستان کی پرووِژنل گورنمنٹ کے قیام اور اس کی طرف سے مختلف ممالک کے لئے سفارتوں کی روانگی کی تفصیلات اور مولانا سندھی نے پرووژنل گورنمنٹ میں اپنی شرکت کی مصلحت پر روشنی ڈالی ہے۔

اس خط کے ساتھ جنود ربانیہ کا منصوبہ اور منصب دارانِ جنودِ ربانیہ کی فہرست ہے۔

یہ تینوں چیزیں مولانا سندھی مرحوم کے قلم سے ہیں۔ انھیں تحریروں کی بنیاد پر "ریشمی خطوط سازش کیس" کا مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ حضرت شیخ الہند کے نام مولانا محمد میاں کا خط بھی تھا جسے "ریشمی خطوط" میں شامل کیا گیا تھا۔ یہاں صرف مولانا سندھی کے خط اور تحریروں کو مرتب کیا گیا ہے۔ (ا۔س۔ش)

۱۔ مولوی عبیداللہ کا منصوبہ جنود ربانیہ:

الجنود الربانیہ یعنی لشکرِ نجات

مسلم سالویشن آرمی یا ملکی فوج

الف: مقصد: اتحادِ دولِ اسلامی

ب: مراکز: ۱۔ مرکزِ اصلی صدر مقام جنرل —— مدینہ طیبہ

۲۔ مرکزِ ثانوی صدر —— مقام قائم مقام جنرل، ۱۔ قسطنطنیہ، ۲۔ تہران، ۳۔ کابل

۳۔ مرکز درجۂ سوم صدر —— مقام لیفٹیننٹ جنرل: جو دولِ اسلامیۂ کفر کے زیر اثر ہوں

ج: حلقۂ اثر: ۱۔ قسطنطنیہ کا یورپ و افریقہ، ۲۔ تہران کا وسط ایشیا، ۳۔ کابل کا ہندوستان

د: مناصب۔ دس قسم کے ہیں:

۱- مربی (پیٹرن) ، ۲- مرد میدان (فیلڈ مارشل)، ۳- سالار (جنرل) جتنے جو نائب سالار کسی مرکز ثانوی میں ہو۔ اس کو قائم مقام سالار کہیں گے۔ یہ سرپرستان الجنود ربانیہ ہیں،
۴- قائم مقام سالار و نائب سالار (لیفٹیننٹ جنرل) ، ۵- معین سالار (میجر جنرل)
۶- ضابطہ (کرنل)، ۷- نائب ضابطہ (لیفٹیننٹ کرنل) ، ۸- در شہر صدر باشی (میجر)،
۹- صد باشی (کپتان)، ۱۰- پنجاہ باشی (لیفٹیننٹ) ۔

۵ : تعداد ماتحتان و مشاہرہ[۱] : (افسر کل الربانیہ - یعنی سالار) ۱۰ پونڈ (۱۲ ہزار) ۵۰ پونڈ یا ۴۰ پونڈ (۳ ہزار) ۲۰ پونڈ (ایک ہزار) ۱۰ پونڈ (۵۰۰) ۵ پونڈ (۲۵۰) ۴ پونڈ (۱۰۰) ۳ پونڈ (۵۰) ۲ پونڈ

او : اختیارات خرچ ماہواری : ایک ہزار پونڈ ، ۵۰۰ پونڈ ، ۲۴۰ پونڈ ، ۶۰ پونڈ ، ۲۰ پونڈ ۱۰ پونڈ ، ۵ پونڈ ، ۲ پونڈ ، ۱ پونڈ

۲- منصب داران جنود ربانیہ:

(الف) مربی : ۱- سالار المعظم خلیفۃ المسلمین ۲- سلطان احمد شاہ قاچار (ایران)
۳- امیر حبیب اللہ خان (کابل)

(ب) مردان : ۱- انور شاہ ۲- ولی عہد دولت عثمانیہ ۳- وزیر اعظم دولت عثمانیہ
۴- عباس حلمی پاشا ۵- شریف مکہ معظمہ ۶- نائب السلطنت کابل سردار نصر اللہ خان
۷- معین السلطنت کابل سردار عنایت اللہ خان ۸- نظام حیدرآباد ۹- والی بھوپال
۱۰- نواب رام پور ۱۱- نظام بہاول پور ۱۲- رئیس المجاہدین -

(ج) جنرل یا سالار : ۱- سلطان المعظم حضرت مولانا (محمود حسن) محدث دیوبندی ۲- قائم مقام سالار کابل مولانا عبید اللہ صاحب

(د) نائب سالار یا لیفٹیننٹ جنرل : ۱- مولانا محی الدین خان صاحب ۲- مولانا عبدالرحیم صاحب

[۱] یہ مشاہرہ سالار (جنرل) اور اس کے نیچے کے سات منصبوں کے لیے بالترتیب ہے۔ قوسین میں اس منصب کے ماتحت فوجیوں کی تعداد کی صراحت ہے اور اس کے آگے تخمینی مشاہرہ ہے۔ اس کے نیچے دفعہ "و" کے تحت اوپر کی ترتیب کے مطابق سالار اور اس کے نیچے کے سات منصب داروں کے ماہانہ خرچ کے اختیارات کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً سالار اپنی صوابدید و اختیار سے کسی ضروری مصرف میں ایک ہزار پونڈ تک خرچ کر سکتا ہے۔ (ا - س - ش)

۳ ۔ مولانا غلام محمد صاحب بہاولپور ۴ ۔ مولانا تاج محمود صاحب سندھی ۔
۵ ۔ مولوی حسین احمد صاحب مدنی ۶ ۔ مولوی حمداللہ صاحب عرف حاجی صاحب ترنگزئی
۷ ۔ ڈاکٹر (مختار احمد) انصاری ۸ ۔ حکیم عبدالرزاق صاحب ۹ ۔ ملا صاحب باڑا
۱۰ ۔ کوہستانی ۱۱ ۔ خان صاحب باجوڑ ۱۲ ۔ مولوی ابراہیم صاحب کالوی
۱۳ ۔ مولوی محمد میاں ۱۴ ۔ حاجی سعید احمد انبیٹھوی ۱۵ ۔ شیخ عبدالعزیز شاولیش
۱۶ ۔ مولوی عبدالکریم صاحب نائب رئیس المجاہدین ۱۷ ۔ مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی
۱۸ ۔ مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی ۱۹ ۔ مولوی عبداللہ غازی پوری ۲۰ ۔ نواب ضمیرالدین احمد
۲۱ ۔ مولوی عبدالباری صاحب ۲۲ ۔ ابوالکلام (آزاد) ۲۳ ۔ (مولانا) محمد علی
۲۴ ۔ (مولانا) شوکت علی ۲۵ ۔ (مولانا) ظفر علی ۲۶ ۔ (مولانا) حسرت موہانی
۲۷ ۔ مولانا عبدالقادر قصوری ۲۸ ۔ مولوی برکت اللہ بھوپالی ۲۹ ۔ پیر اسداللہ شاہ سندھی

(۵) معین سالار (میجر جنرل): ۱ ۔ مولوی سیف الرحمٰن ۲ ۔ مولوی محمد حسن مرادآبادی ۳ ۔ مولوی عبداللہ انصاری ۴ ۔ میر سر[illegible]ت اندین بہاولپوری ۵ ۔ باچا ملا عبدالخالق ۶ ۔ مولوی بشیر رئیس المجاہدین ۷ ۔ مولوی محمد علی قصوری ۸ ۔ سید سلیمان ندوی ۹ ۔ (عبداللہ عمادی) ۱۰ ۔ غلام حسین آزاد سبحانی ۱۱ ۔ کاظم بے ۱۲ ۔ خوشی محمد ۱۳ ۔ مولوی ثناء اللہ (امرتسری) ۱۴ ۔ مولوی عبدالباری مہاجر وکیل حکومت موقتہ ہند ۔

(۶) ضابط (کرنل): ۱ ۔ شیخ عبدالقادر مہاجر ۲ ۔ شجاع الدین مہاجر نائب وکیل دولت موقتہ ہند ۳ ۔ مولوی عبدالعزیز وکیل وفد حزب اللہ یاغستان ۴ ۔ مولوی فضل ربی ۵ ۔ مولوی عبدالحق لاہوری ۶ ۔ میاں فضل اللہ ۷ ۔ صدرالدین ۸ ۔ مولوی عبداللہ (لغاری) سندھی ۹ ۔ مولوی ابو محمد احمد لاہوری ۱۰ ۔ مولوی احمد علی نائب ناظم نظارۃ المعارف (القرآنیہ دہلی) ۱۱ ۔ شیخ عبدالرحیم سندھی ۱۲ ۔ مولوی محمد صادق سندھی (کراچوی) ۱۳ ۔ مولوی ولی محمد ۱۴ ۔ مولوی عزیز گل ۱۵ ۔ خواجہ عبدالحی فاروقی) ۱۶ ۔ قاضی ضیاءالدین ایم اے ۱۷ ۔ مولوی ابراہیم سیال کوٹی ۱۸ ۔ عبدالرشید بی اے ۱۹ ۔ مولوی ظہور احمد ۲۰ ۔ مولوی محمد مبین

۲۱۔ مولوی محمد یوسف گنگوہی ۲۲۔ مولوی رشید احمد انصاری ۲۳۔ مولوی حبۃ تسنیم فاروقی ۲۴۔ حاجی احمد جان سہارن پوری

(ز) نائب ضابطہ (لیفٹیننٹ کرنل)؛ ۱۔ ظفر حسن بی اے مہاجر ۲۔ اللہ نواز خان بی اے مہاجر ۳۔ رحمت علی بی اے مہاجر ۴۔ عبدالحمید بی اے مہاجر ۵۔ حاجی شاہ بخش سندھی ۶۔ مولوی عبدالقادر دین پوری ۷۔ مولوی غلام نبی ۸۔ محمد علی سندھی ۹ حبیب اللہ

(ح) میجر؛ ۱۔ شاہ نواز ۲۔ عبدالرحمٰن ۳۔ عبدالحق

(ط) کپتان؛ ۱۔ محمد سلیم ۲۔ کریم بخش

(ی) لیفٹیننٹ؛ ۱۔ نادر شاہ

نوٹ:۔ ایک اور فہرست میں محمد علی سندھی اور حبیب اللہ کا نام میجر کی فہرست میں درج ہے۔

۳۔ احوال انجمن دیگر بنام حکومت مؤقتہ ہند:

لیک ہندوستانی رئیس مہندر پرتاب ساکن بندرابن جسے آریاؤں کی جماعت سے خاص تعلق ہے اور ہندوستانی راجگان سے واسطہ در واسطہ ملتا ہے، گزشتہ سال جرمنی پہنچا۔ قیصر سے ہندوستان کے مسئلے میں ایک تصفیہ کرکے اس کا ایک خط بنام رُوساءِ ہند و امیر کابل لایا۔ حضرت خلیفۃ المسلمین نے بھی قیصر کی طرح اسے اپنا وکیلِ ہند بنایا۔ اس کے ساتھ مولوی برکت اللہ بھوپالی جو جاپان و امریکہ میں رہ چکے ہیں، برلن سے ہمراہ ہوئے۔

قیصر کے ایک قائم مقام اور سلطان المعظم کے ایک افسر اُس کے ساتھ کابل آئے۔ یہ لوگ میرے کابل پہنچنے سے دس روز قبل پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے ہندوؤں کے فوائد کی تائید میں ہندوستانی مسئلہ امیر صاحب کے سامنے پیش کیا اور کابل میں دونوں نے ایک انجمن کی بنا مذکورۂ بالا بنیاد ڈالی۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے معاملاتِ مستقبل میں دولِ عظمیٰ سے معاہدات کرلے۔

ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ انھوں نے مجھ سے اس انجمن میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ میں نے اسلامی مفادات کی حفاظت کی نظر سے قبول کیا۔

(۱) چند روز کے مباحثات کے بعد اس انجمن نے قبول کرلیا کہ افغانستان اگر جنگ میں شرکت کرتا

ہے تو ہم اُس کے شاہزادے کو ہندوستان کا مستقل بادشاہ ماننے کو تیار ہیں اور اس قسم کی درخواست امیر صاحب کے یہاں پیش کر دی۔ لیکن چوں کہ امیر صاحب ابھی شرکت جنگ کے لیے تیار نہیں اس لیے معاملہ ملتوی کر رکھا ہے۔

(۲) اس حکومت کی طرف سے روس میں سفارت گئی جس میں ایک ہندو اور ایک مہاجر طالب علم تھا جو افغانستان کے لیے مفید اثرات لے کر واپس آئے۔ اب روس کا سفیر کابل آنے والا ہے۔ روس سے انگریزوں کی برہمی میں جس کے فیصلے کے لیے پکڑ جاتا ہوا غرقاب ہوا۔ ممکن ہے سفارت مذکورہ کا اثر بھی شامل ہوا۔

(۳) ایک سفارت براہِ ایران، قسطنطنیہ اور برلن گئی۔ اس میں دونوں ہمارے مہاجر طالب علم ہیں امید ہے کہ حضور میں حاضر ہو کر مورد عنایت ہوں گے۔

(۴) اب ایک سفارت جاپان اور چین کو جانے والی ہے۔

(۵) ہندوستان میں پہلی سفارت بھیجی گئی، وہ زیادہ کامیاب نہیں ہوئی۔

(۶) اب دوسری سفارت جا رہی ہے۔

(۷) تھوڑے دنوں میں ایک دوسری سفارت برلن جانے والی ہے۔

جرمن سفارت سے میرے تعلقات بہت اعلیٰ درجے پر ہیں۔ جس سے اسلامی فوائد میں پوری مدد ملے گی۔ اس حکومت موقتہ میں راجہ مہندر پرتاب صدر ہیں، مولوی برکت اللہ بھوپالی وزیر اعظم اور احقر وزیر ہند۔

فقط والسلام

(عبید اللہ)

⑤ اہل ہند کے نام:

یہ اعلان مولانا سندھی مرحوم نے حکومت موقتہ ہند (کابل) کی جانب سے ۱۹۱۸ء میں جاری کیا تھا جب کہ امان اللہ کی حکومت نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ یہ معاہدہ جس کا اس اعلان میں ذکر ہے امان اللہ خان کی حکومت اور مولانا عبید اللہ سندھی وزیر داخلہ حکومت موقتہ ہند (کابل) کے مابین طے پایا تھا۔

حکومت موقتہ ہند۔ نظارت داخلہ

عارضی حکومت ہند کی خبر رولٹ سڈیشن کمیٹی کی رپورٹ میں پڑھ چکے ہو یہ حکومت اس لیے

بنائی گئی ہے کہ ہند میں موجود غاصب غدار ظالم حکومت کے عوض بہترین حکومت قائم ہو۔ تمہاری عارضی حکومت چار سال سے مسلسل جدوجہد کر رہی ہے۔ اس وقت جب تم نے ظالمانہ قانون کو نہ ماننے کا پکا ارادہ کر لیا۔ عین اسی زمانے میں حکومت موقتہ بھی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

حملہ آور فوج سے حکومتِ موقتۂ ہند نے معاہدہ کر لیا ہے۔ اس لیے اُس سے مقابلہ کر کے اپنے حقیقی فوائد ضائع نہ کریں۔ بلکہ انگریزوں کو ہر ممکن طریقے سے قتل کریں۔ انھیں آدمی اور روپے کی مدد نہ دیں۔ ریل، تار خراب کرتے رہیں۔

حملہ آور فوج سے امن حاصل کریں۔ ان کو رسد اور سامان سے مدد دے کر اعزازی سندیں حاصل کریں۔

حملہ آور فوج ہر ہندوستانی کو بلاتفریقِ نسل و مذہب امن دیتی ہے۔ ہر ایک ہندوستانی کی جان، مال، عزت محفوظ ہے۔ فقط وہی مارا جائے گا یا بے عزت ہوگا جو مقابلے میں کھڑا ہوگا۔

خدا ہمارے بھائیوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔

عبیداللہ

وزیر حکومت موقتہ ہند

(۶) حکمۃ الامام ولی اللہ الدہلوی:

مبدء تدریسہا ۱۱۵۶ھ الموافق ۴۳ ہندی

از عبیداللہ السندھی ۳۰، رجب سنہ ۱۳۵۶ ہجری[1]

بخدمت شریف جناب چوتھ رام صاحب،

پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ

ڈاکٹر اشرف کا بیان اخبارات میں دیکھا کہ محترم المقام جناب پنڈت جی[2] پریزیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس نے انھیں میری واپسی کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی دعوت پر علمائے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ العلماء نے میری واپسی کی تجاویز منظور کیں۔ پھر میرے محبوب ملک سندھ کی (کانگریس) کمیٹی نے آپ کی ہدایت پر کام کیا، پھر آپ نے مجھے کونسل کے مباحثے

[1] مطابق ۶ را کتوبر سنہ ۱۹۳۷ء یوم چہار شنبہ۔ [2] پنڈت جواہر لال نہرو جو اس زمانے میں (سنہ ۱۹۳۶ء-۱۹۳۷ء) کانگریس کے صدر تھے۔

کی اطلاع دی سے یاد فرمایا ہے۔ ان سب کوششوں کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ میری طرف سے سب بزرگ اور دوست اور بھائی بہت بہت شکریہ قبول فرمائیں۔

(الف) آپ کا ارشاد تھا کہ تار میں جلدی مختصر خبر بھیج دوں۔ اس کی تعمیل نہ کر سکا معاف چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مختصر بیان میری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ میرا دعویٰ ہے کہ کمیونسٹ ایولیوشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ (کریڈ) نہیں بنایا اور نہ کبھی میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔ گورنمنٹ اپنی معلومات پر احتیاط سے نظرثانی کرے گی تو وہ خود اس کی شہادت دے گی۔

(ب) میں نے کمیونسٹ تھرڈ انٹرنیشنل کی تھیوری اور پروگرام اور آرگنائزیشن کا ماسکو میں سات مہینے سرکاری مہمان رہ کر مطالعہ کیا ہے۔ باوجودیکہ میں کوئی یورپین زبان نہیں جانتا، اپنے رفیقوں کی مدد سے، جن میں نیشلسٹ اور کمیونسٹ دونوں رفیق تھے، ہزارہا صفحے کا زبانی ترجمہ سنا۔ سیکڑوں مضمون کا انھوں نے اردو میں ترجمہ لکھ دیا، تاکہ میں بار بار مطالعہ کر سکوں۔ میں نے پروفیسروں کے لیکچر انھیں رفیقوں کی ترجمانی سے باقاعدہ سنے۔ میں نے اعلیٰ ذمے داری کے افسروں سے مباحثے کیے، مگر میں نے کمیونسٹ نظریہ اپنی کریڈ نہیں بنایا۔ چوں کہ ایک نادر موقع میسر آیا تھا، میں نے اس سے علمی فائدہ حاصل کرنے میں قصور نہیں کیا۔ چناں چہ ہماری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار مجھے یورپ میں ملے تو چند سوالات کے بعد اُن کی یہ رائے تھی کہ میں اس نظریے کو اُن کے پروفیسروں سے زیادہ جانتا ہوں۔

(ج) جو لوگ میری عملی سائیکالوجی سے واقف ہیں، وہ کبھی مان نہیں سکتے کہ میں کمیونسٹ کریڈ قبول نہیں کر سکتا ہوں۔

میں سولہ سال کی عمر میں اسکول سے فارغ ہو کر مسلمان ہوا۔ چار سال محنت کر کے دارالعلوم (دیوبند) سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ سب کچھ پڑھنے کے بعد میرا اطمینان نہیں ہوا۔ میرے استاد مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند نے مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کی طرف توجہ دلائی اور سات سال کی مسلسل محنت کے بعد مجھے شاہ ولی اللہ کی اسلامی تشریح پر اطمینان ہوا۔ اس کے بعد میں ہر ایک مسلمان عالم کی ہر ایک بات ماننے کا قائل نہیں رہا۔

سندھ میں ایک مدرسہ بناکر سات سال تک اپنی تحقیقات پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ساری توجہ قرآن کریم کو شاہ ولی اللہ کی فلاسفی سے حل کرنے میں صرف کردی۔ آخر میں شیخ الہند سے شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی سب سے اعلیٰ کتاب کا درس لیا۔

(د) میری ننھیال کے پنجاب کے سکھ حکمرانوں کے دور سے تعلقات تھے۔ اس لیے پنجاب کی آزادی کے خواب میرے بچپن کے کھیل ہیں۔ اسلامی تعلیم جب مکمل کرچکا تو ان خیالات پر نظرثانی کرنے سے وہی جذبہ دہلی کی آزادی کی طرف متوجہ ہوگیا۔ شاہ ولی اللہ کی فلاسفی ایک خاص سیاسی اسکول (آف تھاٹ) کی (طرف) رہنمائی کرتی ہے۔ اُن کے سیاسی اسکول کے متبعین کی تاریخ سامنے رکھ کر میں نے اپنے لیے ایک پروگرام بھی بنالیا۔ وہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی، مگر ہند سے باہر کے مسلمانوں سے اُسے کوئی تعلق نہ تھا۔

کچھ عرصے بعد میں نے شیخ الہند سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے اس میں اصلاح کا مشورہ دے کر اُسے اتحادِ اسلام کی ایک کڑی بنادیا۔ اس کے بعد جس طرح علمی تحقیقات میں شیخ الہند سے خاص تعلق رکھتا تھا۔ سیاسیات میں بھی اُن کے اتباع میں داخل ہوگیا۔ انھوں نے مجھ پر اعتبار کرکے اپنی خاص جماعت میں شامل کرلیا۔

(ہ) بارہ سال میں شیخ الہند کے حکم سے سندھ میں کام کرتا رہا۔ میرا درجہ بڑھاکر چار سال انھوں نے مجھے دیوبند میں اپنے پاس رکھا اور اپنے لوگوں سے متعارف کرادیا۔ دو سال دہلی میں علی گڑھ پارٹی سے ملنے کے لیے چھوڑا۔ میرے استاد نے میرا تعارف ڈاکٹر انصاری سے کرایا اور ڈاکٹر (انصاری) نے مجھے مولانا محمد علی سے ملایا اور مولانا ابوالکلام آزاد سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد مجھے کابل بھیج دیا۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہند نے ایک عرصے سے مجھے اس کام کے لیے متعین کرلیا تھا۔ جس قدر ضرورتیں مجھے کابل میں نظر آئیں، اُن امور کو وہ پہلے سے تیار کرتے رہے۔ فقط ایک خانہ میرے لیے خالی چھوڑ رکھا تھا۔ جسے پُر کرنے کے لیے مجھے حکم دیا۔ ملا نے یہ کام نہایت تنگ دلی سے قبول کیا۔ میرے لیے اپنی طبیعت کے موافق ہندوستان میں کام کا بڑا میدان تھا اور میں اپنے آپ کو کابل سے بالکل غیرمناسب پاتا تھا۔ مگر اب شکر

کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے بزرگ کا حکم ماننے کی توفیق دی ۔

(د) میں کابل میں حکومت افغانیہ کے ساتھ کام کرتا رہا - امیر حبیب اللہ خان نے مجھے حکم دیا کہ میں ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کروں ۔ اب تک میں ایسے کام کی خود جرأت نہیں کر سکتا تھا ، مگر اس حکم نے مشکل حل کر دی ۔ ایسے معاملات میں امیر المسلمین کا حکم ماننا اس کام کو اسلامی فرض بنا دیتا ہے ۔ اُس وقت سے میں نے کانگریس کی تائید شروع کی ۔ بیرونی لوگوں سے اُس کا تعارف کراتا رہا کہ ہندوستانی لوگوں کے لیے وہ پارلیمنٹ کا درجہ رکھتی ہے ۔

میں ۱۹۰۱ء سے مسلسل اخبار پڑھنے والا ہوں ۔ کانگریس کو اور تقسیم بنگال میں اُس کی کامیابی کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ میرے دوست پروفیسر جیوت رام کرپلانی اچھی گواہی دے سکتے ہیں ۔ میں اس راستے پر تیزی سے بڑھتا گیا ۔ آخر امیر امان اللہ خان کے زمانے میں میں نے کابل میں کانگریس کمیٹی بنائی جس کا ڈاکٹر انصاری نے گیا سیشن میں کانگریس سے الحاق منظور کرا دیا ۔ جہاں تک میرا علم ہے برٹش ایمپائر سے باہر یہ کانگریس کی پہلی کمیٹی ہے ۔

اس سال (۱۹۲۲ء) ہم روس پہنچے ۔ وہاں میرا تعارف کانگریس کمیٹی کابل کے پریزیڈنٹ کے نام سے ہوا ۔ اس زمانے میں ڈاکٹر نور محمد حیدرآبادی (سندھی) میرے سیکریٹری تھے ۔ کیا کوئی عقل مند تجویز کر سکتا ہے کہ میں اپنی نیشنل تحریک سے غداری کرکے اس انٹرنیشنل جماعت سے عزت کی امید کروں گا ۔ جہاں نیشنلسٹ ہندوستانیوں کی کافی تعداد موجود ہے ۔ اس لیے بھی میرے لیے ناممکن تھا کہ کمیونسٹ کریڈ قبول کروں ۔

(ز) کابل تک میں صحیح معنی میں پین اسلامسٹ تھا ۔ اسلام کے فائدے کے لیے انڈین نیشنل کانگریس میں داخل ہوا ۔ لیکن ترکی کی شکست کے بعد اتحاد اسلام کا کوئی مرکز نظر نہیں آتا تھا اور نہ مستقبل قریب میں کسی آزاد مرکز کی توقع کی جا سکتی تھی ۔ اتحاد اسلام کے عوض روس کا لادینی انٹرنیشنلزم ہمارے نوجوانوں کے دلوں کو لبھا لیتا تھا ۔ اس سے میں سخت حیران ہو گیا ۔

(ح) اس کے بعد ہم ترکی میں رہے ۔ جیسے ترکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جز بنا لیا ۔ اس کا میں نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے ۔ اس طرح میرا یہ فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی

حفاظت کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کے اسلام کو نیشنل کانگریس کا جزو بنا دینا چاہیے۔ میری تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً ادنیٰ طبقے کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ ان کا قدرتی وطن اور ملک ہند کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ باہر سے آئے مگر یہیں کے ہو رہے، وہ بھی ہماری طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہ پائیں گے۔ انھیں بھی اپنی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہیے۔

(ط) اس کے لیے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظرِ ثانی شروع کی اور اُس کو ایسا کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے تاکہ تمام ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے۔

یہ میں نے اپنی قوم کی سائیکالوجی جانتے ہوئے اس پر اعتماد کیا ہے کہ جب ہم ہندوؤں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں گے تو وہ کبھی ہم پر ظلم نہیں کریں گے۔ آج بھی مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے آدمی ہندوؤں کے سیاسی غلبے سے ڈر رہے ہیں، میرا جواب ان کے لیے یہ ہے کہ شاید وہ پہلے ہندوؤں پر زیادتی کر چکے ہیں اور اب بھی اس قسم کے کام مذہب کے نام پر کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ضرور ڈرنا چاہیے۔ مگر جو مسلمان اس انقلاب سے پہلے تاریخ کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ اُس زمانے کے کام اُس زمانے کے لوگوں کی ذمہ داری پر مخصوص کر دیتا ہے اور آیندہ ہمارے پروگرام پر چلتا ہے، اسے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

(ی) اس قدر اصلاح کے بعد بھی ہندوستانی مسلمان کے لیے ایک زبردست خطرہ نمودار ہوتا ہے۔ ہماری کانگریس آزادی پسند ترقی کن جماعت ہے۔ آج اگر ہم قوم کی پرانی سائیکالوجی پر مطمئن ہیں۔ جس میں سرمایہ داری بھی ہے، برہمنزم بھی ہے اس صورت میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے تو کافی دیر تک ہوتے رہیں گے۔ مگر کسی بڑے انقلاب کا خوف نہیں جو اسلام کو ختم کرنا چاہے لیکن جس صورت میں کانگریس ترقی کرتی ہے اور سوشلسٹ پارٹی بالآخر کمیونسٹ پارٹی پر غلبہ حاصل کرتی ہے تو اس وقت ہمارا اسلامی وجود کانگریس میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔ وہ پارٹی اسلام کو بر خاص ظلم نہ کرے بلکہ ہندو مسلمان سے مساوی برتاؤ کرے اور ممکن ہے کہ ہندو اُسے پارٹی کو نظر بھی کرے لیکن میرے جیسے مسلمان کے لیے اسلام کی یہ تخریب کسی طرح خوش آیند نہیں ہو سکتی۔

اس لیئے ایک مفکر کا یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اُس وقت کانگریس کو چھوڑنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اپنا علیحدہ نظام قائم کریں۔

(ک) لیکن دوسرے ملکوں کے انقلاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ رائے نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کامل غور وخوص کے بعد شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی روشنی میں میں نے ہندوستانی مسلمان کے اقتصادی، وسیاسی پروگرام کو اس درجے منظم کر دیا ہے کہ نہ کوئی سوشیلسٹ پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی ہمارے اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری سمجھے گی۔

اس پر اعتماد اس لیے کیا جاسکتا ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری اسکیم ماننے والے مسلمان کے ساتھ لڑنا ضروری نہیں جانتا بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں کہتے رہے کہ اگر ایسی مذہبی جماعت منظم ہوتی تو ہم اس کو قبول کر لیتے اور کاشت کاروں کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے بے حد مفید ہوتا۔

(ل) محترم پریزیڈنٹ! میں نے آپ کا بہت سا وقت اپنی سرگزشت سنانے میں لے لیا میرا خیال ہے کہ جب تک کوئی مفکر ہمیں خاص طور پر پہچاننے کی کوشش نہ کرے۔ وہ ہمارے جوابات پر مطمئن نہیں ہوگا۔ آج کل ڈپلومیٹک سیاست میں جھوٹ سچ کا امتیاز نہیں کیا جاتا۔ مگر ہم اپنی مذہبی تعلیمات کے اثر سے ایسے فیصلہ کن مسائل میں جھوٹ بولنا بہت بڑا جرم مانتے ہیں۔ کم از کم اس قدر صداقت کا لحاظ تو ضروری ہے، جس قدر ایک منصف کے سامنے شہادت دیتے ہوئے تمام انسان سچ بولنا قبول کرتے ہیں۔

(م) اب میں آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں :

ا۔ میرا سیاسی عقیدہ یا کریڈ اسلام کی اس تفسیر وشرح میں ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے نے پیش کی ہے۔

چونکہ میں اس سیاسی عقیدے کو انڈین نیشنل کانگریس کی عام پالیسی - مثلاً عدم تشدد وغیرہ کے اندر کانگریس کی ایک پارٹی بنا کر آخر تک چلا سکتا ہوں۔ اس لیے دوسرے درجے پر انڈین نیشنل کانگریس کریڈ میری کریڈ بن جاتی ہے۔

میرا یقین ہے کہ جس قدر حملے عام مذہبی تحریکوں پر یا خاص اسلامی تحریک پر اس ...... [1]

---

[1] اس خط کے گزشتہ مضمون سے اندازہ کر لیا جاسکتا ہے کہ یہاں پر مولانا سندھی مرحوم نے (بقیہ اگلے صفحہ)

(اس صفحے کے بعد کے صفحے پر سوال نمبر ۱ کا آخری اور سوال نمبر ۲ کا ابتدائی حصّہ تھا ۔ لیکن ذخیرے (پاکستان نیشنل آرکائیوز کراچی) میں یہ صفحہ غائب ہے ۔ اس لیے مضمون کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے ۔ اس بات کا افسوس ہے)

..... تحریک سے کوئی خطرہ نہیں ۔ بعض ہمارے رفیق جو کابل میں میرے ساتھ کام کر چکے ہیں اور پھر وہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے تھے ، اُن سے شخصی ہمدردی چلی آتی تھی ۔ وہ بھی دو چار سال سے ختم ہو گئی ۔

اب تو ہم شاہ ولی اللہ کا فلسفہ یا قرآن پڑھانے کے سوا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ۔ مگر دوستوں سے انقطاعی صورت جبھی ممکن ہو سکتی ہے ، جب ہم ہندوستان پہنچ جائیں باہر رہ کر ایسے معاملات میں قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا ۔

(۳) میں بارہا اپنے دوستوں کے سامنے اقرار کر چکا ہوں کہ اگر اس قدر علم اور تجربہ ہمیں اُس حالت میں حاصل ہوتا جب میں ہندوستان میں تھا ، تو میں کبھی باہر نہ نکلتا اور نہ کبھی گورنمنٹ کی مخالفت میں حصّہ لیتا ۔ ہماری قوم دوسری قوموں سے بہت پیچھے ہے ۔ ہم گورنمنٹ کی اجازت بلکہ امداد سے کافی زمانے تک کام کر سکتے ہیں ۔ ہمیں جلدی اُس کی مخالفت کی ضرورت نہیں ۔

...... (ذخیرے میں محفوظ خط اس مقام پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد کے صفحات موجود نہیں ۔)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) وضاحت کی ہوگی کہ جوں جوں ملک میں سرمایہ و جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ ہوگا ۔ ملک میں صنعت و حرفت کو فروغ ہوگا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفۂ عمرانیات سے اہلِ ملک آشنا ہوں گے ۔ مذہبی تحریکوں کے زور اور مذہب کے نام پر ایک دوسرے پر ظلم و تشدد کا قلع قمع ہو جائے گا (ا ۔ س ۔ ش)

۲ے سوال نمبر ۲ کے جواب کا جو حصّہ باقی رہ گیا ہے ۔ اُس کے مطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سوال کمیونسٹوں سے مولانا سندھی مرحوم کے روابط اور تعلقات کے بارے میں ہوگا ۔ یہ بات مولانا سندھی پہلے ہی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ایک مذہبی شخصیت ہیں اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کے مطابق اسلامی تعلیم کو اپنا کریڈ مانتے ہیں ۔ کمیونسٹ کریڈ کبھی ان کا نظریہ (کریڈ) نہیں بن سکتا ۔

یہاں یہ بات مزید واضح کر دی کہ جن حضرات سے زندگی کے کسی دور میں ہم وطنی یا ہم زبانی کی بنیاد پر یا سماجی و معاشرتی دائرے میں تعلقات قائم ہوئے تھے ، وہ اُن کا نظریہ بدل جانے سے کیوں منقطع ہو جائیں ! خصوصاً پردیس میں اور غریب الوطنی کی حالت میں کسی ہم وطن کا وجود بڑی تسکین کا موجب ہوتا ہے ۔ مولاناؒ نے اس امکان کو رد نہیں کیا کہ وطن پہنچ کر مشاغل کا ہجوم ، کاموں کا انہماک اور غم گساروں کی کثرت انھیں ایک دوسرے سے دور کر دے اور باہم ملاقاتوں اور مجلس آرائی کے پردیس جیسے مواقع میسر نہ آئیں ۔ (ا ۔ س ۔ ش)

⑦ علامہ محمد صدیق بہاول پوری

علامہ محمد صدیق صاحب نے مولانا کو لکھا تھا کہ وہ ہجرت کرکے مکہ مکرمہ آنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مکہ مکرمہ کو سیاسی مرکز بنا کے جہاد کی تحریک شروع کی جائے۔ مولانا سے مشورہ طلب کیا تھا کہ اس بارے میں اُن کی رائے کیا ہے؟ حضرت سندھی نے جواب میں یہ فکرانگیز خط تحریر فرمایا۔ القاب سے پہلے ایک سطر میں خط کا عنوان اسی طرح ہے (ا۔س۔ش)

اسلامی سیاست ۔ ہجرت ۔ مرکز ۔ جہاد

عزیز المکرم محمد صدیق زاد مجدہ !

آپ کا مکتوب پہنچا۔ کوائف سے آگاہی ہوئی۔ بالاجمال جواب لکھتا ہوں۔

عاقلاں را اشارہ کافی است جواب اجمال برائے ازالۂ غلط فہمی

۱۔ خلافت راشدہ کے آخری وقت یعنی حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ کی سیاسی مرکزیت کو ضعف آگیا تھا۔ جس کا انجبار نہیں ہوسکا۔ بنو امیہ کے ابتدائی دور میں عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ معظمہ کو اور بنو عباس کے ابتدائی ایام میں حسنی سادات نے مدینہ منورہ کو مرکز بنانا چاہا، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد کے زمانے میں داخلی اغتشاش کے دور میں اسلامی سیاست کی مرکزیت کا کبھی ذکر نہیں آیا۔

۲۔ خاندان امام ولی اللہ دہلوی کی مذہبی سیاسیات کے چرچے میں پھر ہجرت و جہاد کا ذکر آیا۔ مگر اس جماعت نے اپنا سیاسی مرکز افغانی علاقے بنایا اور ایک وقت تک جہاد کرکے شہید ہوگئی۔

۳۔ اس لیے ہماری رائے میں اگر ہجرت سے مقصد جہاد کی تیاری ہو تو اپنے ملک کے متصل مناسب مقام پر مرکز بنانا چاہیے تاکہ قاتلوا الذین یلونکم من الکفار (ان لوگوں سے جہاد کرو جو کفار میں سے نزدیک پڑتے ہیں) پر عمل ہوسکے۔

البتہ اگر کوئی عالم دین اپنی علمی یا ارشادی قوت سے دنیائے اسلام کو بیدار کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے حجاز سے بہتر مرکز کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہر زمانے میں علمائے دین ہجرت

کر کے حجاز میں تبلیغ کرتے رہے۔ ہمارے اکابر دلی اللہی میں سے مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اسی ذیل میں شمار ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ دین حجاز کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا، جیسے سانپ اپنے بل میں آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علمائے دین ہجرت کر کے اس دارالعلم کو مضبوط بناتے رہیں گے۔ یہ تحریر حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی بعض تصانیف میں مسطور ہے۔

۵۔ الغرض جہاد کے لیے ہجرت کی جائے، حجاز اس کے لیے موزوں نہیں (یہ ہمارا کہنا ہے،) البتہ کوئی خاص عالم دین اشاعت اسلام کے لیے ہجرت کر کے، حکومت وقت سے مصالحت کر کے اپنا کام کرے۔ عوام کے لیے یہ حکم نہیں ہے، تو یہ فرض کفایہ یا مستحب شمار ہوگا۔

عبید اللہ

بیت اللہ الحرام۔ ۵ مئی ۱۹۳۸ ہندی

(۸)

عزیزی المکرم رفیقی المحترم زاد مجدہ!

آپ کا خط پہنچا۔ میں بیمار ہوں۔ اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے شفا دے۔ بحمدہ تعالیٰ اس حالت میں بھی کام کر رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کے لیے کام میں ترقی کی دعا کرتا ہوں۔ آپ کامیاب رہیں گے۔ بیمار کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُسے شفایاب کرے گا۔

جواب جلدی لکھنے کے لیے کاغذ اچھا تلاش نہیں کیا گیا۔

پروفیسر محمد سرور سے آپ کا تعارف اچھا ہو گیا۔ سب احباب کو سلام پہنچے۔ والسلام

عبید اللہ۔ ۶ اپریل ۱۹۴۴ ہندی

قاسم العلوم لاہور

میں جلدی دارالرشاد آنا چاہتا ہوں۔ مفصل باتیں زبانی ہوں گی۔

(۹) مولانا غلام رسول مہر (ایڈیٹر انقلاب، لاہور):

۴، ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ ۲۴ جنوری ۱۹۳۹ء

مکرمی زید مجدہ! اسلام مسنون۔

ایک سیال کوٹی نومسلم کی انقلابی زندگی کا سادہ خاکہ پہلے انقلاب میں چھپنا چاہیے۔ اس

لیے آپ کو بھیج رہا ہوں۔ محترم مدیر زمیندار اور احسان جب اس تعزیت کو چھاپیں گے میری طرف سے میرے شکریے کے مستحق ہوں گے۔

شیخ محمد اقبال کی وفات کا صدمہ میں نے ایسا محسوس کیا تھا۔ جیسے عزیز ترین دوست کی موت کا احساس دماغ پر اثر ہوتا ہے۔ تغمدہ اللہ بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ۔

مہر صاحب! آپ سے خدا جانے کیوں قلبی محبت اور روحانی انس ہے۔ خاکسار شیخ اقبال کی روح تاثیر آپ میں سب سے زیادہ ہے۔ شوکت علی صاحب میرے محترم محسن تھے مگر ان سے لڑنے کا پورا سامان دماغ میں جمع کرتا رہتا تھا۔ وہ بھی چل بسے۔ اب کسی سے لڑنے میں مزہ نہیں آئے گا۔ عاملہ اللہ بعفوہ واحسانہ

جبال الصوالتیہ۔ بلد اللہ الحرام عبید اللہ[له]

(۱۰) مولانا احمد علی لاہوری (شیخ التفسیر):

عزیزی سلمہ

آج ہی ایک خط ڈاک میں لکھا۔ حامل رقعہ آپ سے ملنے کے لیے آرہا ہے۔ روحانی تسکین قلب کے لیے آپ سے استفادہ چاہتا ہے۔ اس کے حال پر توجہ کریں۔

تمھاری بیماری عرصۂ دراز سے ہے۔ اگر طبیعت صبر کر سکتی ہے تو اسے مکفر سیئات اور ذریعۂ ترقی سمجھیں اور اگر طبیعت عاجز آگئی ہے تو کوئی امر مقرب الی اللہ بطور نذر اپنے نفس پر لازم کر لیں، جیسے یعقوب علیہ السلام نے لحم ابل ترک کیا تھا۔ وہ غذا انھیں مرغوب تھی۔ اس کے بعد وہ فقرا کو کھلاتے اور خود نہ کھاتے تھے۔ اسی طرح اپنے مناسب حال کوئی نذر مقرر کر لیں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ مرض دور ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی کتاب کے پڑھانے پر فہم کثیر عطا فرمائے اور استقامت بخشے۔ واللہ ولی التوفیق۔ والسلام

۲، اکتوبر ۱۹۴۰ء مہندی۔ دین پور عبید اللہ

[له] مولانا سندھی مرحوم کا یہ خط ۲۵، فروری ۱۹۳۹ء کے انقلاب میں شائع ہوا تھا۔ ۲۶، فروری کے انقلاب میں یہ اعلان چھپا ہے کہ پہلی جنتری اور ایڈیشن میں مولانا کے حالات ملاحظہ ہوں۔ مجھے جنتری اور ایڈیشن نہیں ملا (اس شمارہ)

(۱۱) مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی (دہلی)،

مولانا سندھی مرحوم کی کتاب "حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کی سیاسی تحریک" پر برہان کے تبصرے میں ایک جملے پر تنقید کے جواب میں مصنف نے مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کو وضاحت میں خط تحریر فرمایا۔ واضح رہے کہ جس جملے پر تنقید کی گئی تھی وہ کتاب مذکور کے شارح مولانا نورالحق علوی کے قلم سے تھا۔ برہان دہلی (اپریل ۱۹۴۳ء) میں خط کے ابتدائی حصے، القاب و آداب کو حذف کر دیا گیا تھا۔ (ایس۔ ش)

۔۔۔۔۔۔

برہان کے نمبر ملے۔ خیال آیا کہ شکریے کے طور پر فقط یہ شعر لکھ دوں۔

اذا رضیت عنی کرام عشیرتی فلازال غضبانا علیّ لئامہا

اکبر کے متعلق جو کچھ قابل تنقید سمجھا گیا ہے، میں اسے مانتا ہوں۔ یہ ایک غلطی ہے جس کی تصحیح ہونی چاہیے۔ میری عبارت کو یوں پڑھنا چاہیے۔

"سکندر لودی اور شیر شاہ نے جو ہندوستانی تحریک شروع کی اور اکبر نے اسے اپنا مقصدِ حیات بنالیا، وہ اساساً صحیح تھی مگر اسے چلانے والے آدمی میسر نہیں آئے۔ اس لیے غلط راستے پر پڑگئی۔ امام ولی اللہ کی تعلیم حکمت کے بعد مولانا محمد اسماعیل شہید اور مولانا محمد قاسم جیسے عالم پیدا ہو گئے جو انسانیت عامہ کو ایک نقطے پر جمع کر سکتے ہیں اور عقلی دعوت سے سب کو اسلام سمجھا سکتے ہیں، جس سے عقل مندوں کا بڑا حصہ تو مسلمان ہو جائے گا اور ایک طبقہ اگرچہ اسلام قبول نہیں کرتا، مگر وہ اسلام کی انقلابی انٹرنیشنل سیاست کو مان لے گا۔ ان کی حیثیت ذمیوں کی سی ہو گی"۔ مقصد یہی ہے۔ الفاظ کی کوتاہی سے غلطی پیدا ہو گئی۔

جب کہ میں ماسکو کے انٹرنیشنلسٹ طبقے سے یہ عقل مندی کی آواز سن چکا ہوں کہ "اگر امام ولی اللہ کے اصول پر ہندوستانی مسلمانوں کی سوسائٹی ہوتی تو ہم اسلام قبول کر لیتے۔" تو اب اس کے بعد میرے اس یقین میں تزلزل پیدا نہیں ہو سکتا کہ "نیشنل کانگریس میں اگر انقلابی صف مسلمان نہ بھی ہوئی، تب بھی وہ ہماری سیاست کی اطاعت کریں گے۔

والسلام

(۴) مولانا دین محمد وفائی،

مکرمی المحترم! زیدہ مجدہٗ

سلام مسنون۔ میں پچھلی رات ۲۴ گھنٹے بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ ضعف کا غلبہ ہے، ورنہ فوراً آپ سے ملتا۔ میں نے ایک خط سکھر کے پتے پر لکھا ہے، پہنچا ہوگا۔

بحمدہٖ تعالیٰ مرکزی معاملہ جناب پیر صاحب سے اچھی طرح سے صاف ہو رہا ہے۔ ہمیں اپنی تحریک کو کالج اور اس کے ساتھ کا بجیٹ اسکول کی شکل میں بڑھا کر رفقا پیدا کرنے آسان ہوں گے۔ انھیں سے روپیہ ملے گا اور ان کے ہم فکر ہونے پر سیاسی کام شروع ہوگا۔ میں آپ سے ملنے کا محتاج ہوں۔ پروگرام اچھا تو کراچی میں بنے گا، مگر کام ہمیں شکارپور سے شروع کرنا چاہیے۔

مجھے آپ جلدی جواب دیں کہ کس مقام کو آپ پہلے پسند کرتے ہیں۔ والسلام

عبیداللہ ۱-۵-۴۴ء ہندی

عکس تحریر مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم

مکرمی الکریم زید مجدہ

سلام مسنون۔ میں پچھلی رات ۲۴ گھنٹے بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ ضعف کا غلبہ ہے ورنہ فوراً آپ سے ملتا۔ میں نے ایک خط سکھر کے پتہ پر لکھا ہے پہنچا ہوگا۔ بحمدہ تعالیٰ مرکزی معاملہ جناب پیر صاحب سے اچھی طرح صاف ہو رہا ہے۔ ہمیں اپنی تحریک کو کالج اور اس کے ساتھ کا بجیٹ اسکول کی شکل میں بڑھا کر رفقاء پیدا کرنے آسان ہوں گے۔ انھیں سے روپیہ ملے گا۔ اور انکے ہم فکر ہونے پر سیاسی کام شروع ہوگا۔ میں آپ سے ملنے کا محتاج ہوں۔ پروگرام اچھا تو کراچی میں بنے گا۔ مگر کام ہمیں شکارپور سے شروع کرنا چاہئے۔ مجھے آپ جلدی جواب دیں کہ کس مقام کو آپ پہلے پسند کرتے ہیں والسلام

1/5/944

عبیداللہ سندھی